نبی اکرم ﷺ بحیثیت معلمِ اخلاق

عبدالحمید خان عباسی ☆

اصل موضوع پر کچھ تحریر کرنے سے قبل مناسب ہے کہ ''اخلاق'' کے مفہوم کو بیان کیا جائے تا کہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے:

اخلاق کا مفہوم

اخلاق خلق کی جمع ہے،عربی زبان میں دو الفاظ ''خَلق'' اور ''خُلق'' ہیں یہ دونوں ''خِلقت'' سے ماخوذ ہیں،جس کے معنی ہیں پیدائش اورفطری بناوٹ یا وہ چیز جوانسان میں پیدائشی اورقدرتی ہو۔ان دونوں لفظوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ:

الف۔ خَلق (خ کی زبر کے ساتھ) کا اطلاق انسان کی ظاہری پیدائش یعنی بدن کے ظاہری اعضاء(ہاتھ،پاؤں،ناک اور کان وغیرہ) کی بناوٹ کی کیفیت یا حالت پر ہوتا ہے۔اس ظاہری حالت کو صورت بھی کہتے ہیں۔اگر بدن کے ظاہری اعضاء کی بناوٹ متناسب اور حدِ اعتدال پر ہوتو اسے خوبصورت بدن اور کسی بھی عضوکی بناوٹ غیر متناسب اور حدِاعتدال پر نہ ہو تو اسے بدصورت بدن کہا جائے گا مثلاً:ایک پاؤں لمبا ہو اور دوسرا چھوٹا،یاایک ہاتھ میٹر لمبا ہو اور دوسرا آدھ میٹر،یا ایک آنکھ چھوٹی اور دوسری بڑی ہو تو ظاہر ہے کہ اعضاء کی اس افراط وتفریط کی وجہ سے بدن کو خوبصورت نہیں کہا جاسکتا۔اس ظاہری خوبصورتی اور بدصورتی کو بصارت یعنی چہرہ کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔

ب۔ خُلق (خ کی پیش کے ساتھ) کا اطلاق انسان کی باطنی پیدائش یعنی روح کے

☆ اسسٹنٹ پروفیسر،فیکلٹی آف عریبک اینڈ اسلامک سٹڈیز،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد

اعضاء یا اس کی مختلف قوتوں (قوتِ علم،قوتِ غضب،قوتِ شہوت اورقوتِ عدل) کی کیفیت یا حالت پر ہوتا ہے۔اس باطنی حالت کو''سیرت'' کہتے ہیں۔اگر انسانی روح کی ان چاروں قوتوں یا باطنی اعضاء کی بناوٹ متناسب اور حدِ اعتدال پر ہو تو اسے خوب سیرت اور اگر غیر متناسب اور حدِ اعتدال پر نہ ہو تو بد سیرت کہا جائے گا۔ان قوتوں کا تعلق چونکہ انسانی روح سے ہے اور روح باطنی امر ہے اس لیے روح کی خوبصورتی اور بد صورتی کا اندازہ بصیرت یعنی دل کی آنکھیں کرتی ہیں(۱)۔

یہاں ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ باطنی اعضاء کے متناسب اور حدِاعتدال پر ہونے سے کیا مراد ہے؟نیز اس درجہ کو کیسے معلوم کیا جاسکتا ہے؟ذیل کی سطور میں اس سوال کا جواب دیا جا تا ہے:

باطنی اعضاء کا درجۂ اعتدال

مذکورہ چاروں اعضاء یا قوتوں کے اعتدال و تناسب سے مراد ان کا حسن ہے۔ جس طرح ظاہری حُسن کے لیے بدن کے ظاہری اعضاء کا حسن ضروری ہے اسی طرح باطنی حسن کے لیے روح (نفس) کے باطنی اعضاء کا حسن ضروری ہے۔ اور یہ حسن اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب ان کو افراط وتفریط (کمی وبیشی) سے بچا کر حد اعتدال (اوسط) پر لایا جائے۔علماء کرام نے متذکرہ بالا اعضاء کے تینوں درجات (افراط وتفریط اور اعتدال) کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے (۲)۔ذیل میں طوالت کے خوف سے ان اعضاء کے درج اعتدال کو اختصار سے بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ قوتِ علم

اس کا اعتدال (حسن) یہ ہے کہ انسان اقوال میں جھوٹے و سچے قول، عقائد میں حق وباطل عقیدہ اور اعمال میں اچھے و برے عمل کے درمیان فرق کرنے پر بے تکلف قادر ہو جائے۔ اس صلاحیت کے نتیجہ میں انسان میں''حکمت'' پیدا ہوگی جو تمام

فضائل کی اُصل ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے :﴿وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا﴾ (۳)۔(اور جس کو دانائی نصیب ہوئی بے شک اس کو بڑی نعمت عطا ہوئی)۔

اس سے ثابت ہوا کے قوت علم کے اعتدال وحسن کا نام ''حکمت'' ہے۔یہ نفس کی اُس حالت کا نام ہے جس سے انسان تمام اختیاری امور میں صحیح وغلط کے درمیان فرق کرتا ہے۔حکمت کے اعتدال سے حسنِ تدبیر، ذکاوتِ ذہن، باریک بینی،صحیح الخیالی ، دقیق اعمال اور پوشیدہ آفاتِ نفس میں تیز فہمی جیسے اخلاق پیدا ہوتے ہیں(۴)۔

۲۔ قوت غضب

اس قوت کے اعتدال وحسن کا نام ''شجاعت'' ہے۔شجاعت کا اعتدال یہ ہے کہ انسانی غصےّ کی باگ عقل کے ہاتھ میں ہو۔ اس کے اعتدال سے لطف وکرم ،بردباری واستقلال، غصہّ ضبط کرنے کا مادّہ اور ہر کام میں دُور اندیشی اور وقار وغیرہ جیسے اخلاق جنم لیتے ہیں (۵)

۳۔ قوت شہوت (خواہش)

اس قوت کے اعتدال وحسن کا نام '' عفت'' ہے۔ عفت کا اعتدال یہ ہے کہ انسان اپنی قوت شہوت کوعقل وشرع کے تابع رکھے۔ عفت کے اعتدال سے سخاوت ، حیاء، درگزر ، پاکیزگی، ظرافت اور قناعت جیسے اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہیں(۶)۔سید علی ہمدانیؒ فرماتے ہیں:

> '' شہوت اور غضب کی قوتیں اگرچہ مذموم اور ردّی ہیں مگر انسانی وجود کی بنیاد بھی ان ہی پر ہے۔ کیونکہ اگر خواہشات کا وجود نہ ہوتو غذا کا سنبھالنا،جس پر انسانی حیات کا دارومدار ہے،ممکن نہ ہوتا۔ اور اگر قوت غضبی نہ ہوتی تو ہم دشمنوں کے حملوں کا اپنے آپ سے ہرگز دفع نہ

کر سکتے۔ ان دونوں قوتوں کو افراط و تفریط سے بچانا اور درجہ اعتدال پر لا کر ان سے کام لینا ایک خوبصورت اور موزوں اَمر ہے۔ ان دونوں اوصاف کے اعتدال کا نشان یہ ہے کہ ان کا عمل در آمد آداب شرع کے مطابق ہو۔اور ان کی تعمیل اللہ کے حکم اور رضائے الٰہی کے موافق ہو'' (۷)۔

۴۔ قوت عدل

پہلی تینوں قوتوں میں سے ہر ایک قوت کے اعتدال و حسن کے لیے علماء نے خاص نام وضع کر رکھا ہے جیسے '' حکمت'' قوتِ علم'' شجاعت''قوتِ غضب اور'' عفت'' قوتِ شہوت کے اعتدال کا نام ہے جبکہ قوتِ عدل کے اعتدال کا اس طرح کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی تینوں قوتوں کو حد اعتدال پر قائم رکھنے کی صلاحیت درحقیقت انسان میں''قوت عدل''ہی سے پیدا ہوتی ہے،امام غزالی فرماتے ہیں:''....قوت عدل پہلی تینوں قوتوں کو اعتدال پر رکھنے کی طاقت کا نام ہے''(۸)جس کے نتیجہ میں حکمت ،شجاعت اور عفت جیسے اُصولی فضائل جنم لیتے ہیں پھر ہر ایک فضیلت کے درجہ اعتدال سے فروعی فضائل(جن کی مثالیں اوپر گزر چکی ہیں)نموذار ہوتے ہیں جو اُصل میں''عدل''ہی کے اجزاء ترکیبی ہیں،یعنی عدل ایک کلّی فضیلت ہے نہ کے جزئی ،چنانچہ مولانا سیوہاروی لکھتے ہیں :

> ''حکمت قوت عقلیہ کی فضیلت ہے اور عفت قوت شہوانیہ کی فضیلت ،اور عدل ان تمام قوتوں کی ضروری ترتیب کے مطابق وجود پذیر ہونے کا نام ہے ،گویا وہ مجموعہ فضائل ہے نہ کہ ایک جزئی فضیلت ....اس لیے ہر سہ اُصولی فضائل کی فروع خود اس کی اپنی فروع ہیں''(۹)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

''...صرف تین درجے اعتدال کے ہیں یعنی حکمت، عفت، شجاعت ..... تو اُصول اخلاق حسنہ کے یہ تین ہیں اور ان تینوں کے مجموعہ کا نام ''عدالت'' (یعنی عدل) ہے اس لیے اس امت کالقب ''امت وسط''یعنی '' امت عادلہ''ہے،غرض انسان وہ ہے جس میں اعتدال ہو'' (۱۰)۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف میں ان ہی فضائل کی جانب اشارہ فرمایا ہے کہ:

﴿اِنَّمَاالْمُؤْمِنُونَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْابِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَم یَرتَابُوْاوَ جٰھَدُوْابِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰھِطاُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾(۱۱)

بلا شبہ مومن وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور پھر شک وشبہ میں نہ پڑے،اور اپنے مالوں اور نفسوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے تحت امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ:

'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر بغیر کسی تردد کے ایمان لانے کا نام قوتِ یقین ہے جو قوتِ عقل کا ثمرہ اور حکمت کا نتیجہ ہے ۔ مالی مجاہدہ کو سخاوت کہتے ہیں جو قوت شہوت کو روکنے سے ہوتا ہے اور عفت اس کا پھل ہے۔اور مجاہدہ نفس شجاعت کا دُوسرا نام ہے جو قوت غضب کے استعمال کو عقل کے زیر اثر اور حدِاعتدال پر لاتا ہے'' (۱۲)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَشِدَّآءُعَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ﴾(۱۳)۔(زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں)۔

اس آیت کریمہ میں درحقیقت اعتدال ہی کی طرف اشارہ ہے وہ اس طرح کہ:
''شدت اور رحمت جدا جدا مقاموں پر ہوتے ہیں نہ ہر حال میں شدت ہی کرنے میں کمال ہے اور نہ ہی رحمت کرنے میں''(۱۴)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عدل کی قوت کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس کے باعث انسان باقی تین قوتوں کو افراط وتفریط کے راستہ سے ہٹا کر اعتدال اور میانہ روی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ تو جس وقت یہ قوتیں اعتدال کی راہ پر قائم ہو جائیں اس وقت انسان ''حسن خلق'' کا نمونہ بن جاتا ہے، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

''در اصل حسن خلق تو اس کو کہتے ہیں کہ انسان کے نفس کی قوتوں میں اعتدال ہو اور کسی ایک کی طرف اس کا میلان زیادہ نہ ہو جائے'' (۱۵)۔

دین اسلام کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ہر معاملہ میں اعتدال کی راہ اپنائی جائے کیونکہ اعتدال سے گھٹنا یا بڑھنا دونوں صورتیں حسن سے خارج ہوتی ہیں، چنانچہ مومنوں کی مدح میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا﴾(۱۶)۔

(اور وہ (مومن) لوگ جب خرچ کرتے ہیں نہ تو بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم)۔

پیر محمد کرم شاہ الأزہری لکھتے ہیں کہ:

''کوئی چیز خواہ کتنی منفعت بخش اور حسین و جمیل ہو اس میں جب افراط وتفریط راہ پالیتی ہے تو اس کی منفعت مضرت میں بدل جاتی ہے۔ اس کا حسن و جمال پراگندگی کا شکار ہو جاتا ہے'' (۱۷)۔

مثال کے طور پر سخاوت کرنا محمود فعل ہے مگر حد سے زیادہ کرنا اسراف اور انتہائی

درجہ کی فضول خرچی ہے اور حد سے کم کرنا امساک اور تقتیر ہے۔ یہ دونوں پہلو مذموم ہیں۔ پہلے سے تو حسن خلق کا کمال اور دوسرے سے نقصان کا کمال ثابت ہوتا ہے۔ ان دونوں اطراف کی درمیانہ حالت پر رہنا ہی خو بصورت ہے۔یہی حال باقی تمام فضائل کا ہے(۱۸)۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ خَلق اور خُلق دونوں کا معنی پیدائش ہے لیکن اول الذکر بدن کے ظاہری اعضاء جبکہ مؤخرالذکر روح کے باطنی اعضاء کی پیدائش پر بو لا جا تا ہے۔ جس طرح خوبصورت ہونے کے لیے ظاہری اعضاء کا حد اعتدال پر ہونا لازم ہے اسی طرح خوب سیرت ہونے کے لیے باطنی اعضاء یا قوتوں کا حداعتدال پر ہونا ضروری ہے۔ باطنی قوتوں کا حداعتدال یہ ہے کہ خالق عزوجل نے جہاں ان سے کام لینے کی اجازت دی ہو وہاں ان سے کام لیا جائے اور جہاں ان قوتوں کے استعمال سے منع کیا ہو وہاں ان سے کام نہ لیا جائے۔

اصطلاحی مفہوم

جہاں تک ”خُلق یا خُلق“ کی اصطلاحی تعریف کا تعلق ہے تو علماء نے اس کی متعدد تعریفیں کی ہیں(۱۹)۔مگر طوالت کے خوف سے یہاں صرف درج ذیل ایک تعریف کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے ،جس میں ”خُلق“ کی ماہیت کے ساتھ ساتھ اس کے ثمرات و علامات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے .علاّمہ زبیدیؒ (شارح احیاءعلوم الدین) فرماتے ہیں :

”خُلق، خ اور ل کی پیش کے ساتھ بولا جاتا ہے ۔ یہ اس ہیٔت اور حالت کا نام ہے جونفس انسانی میں اس طرح راسخ اور قائم ہے کہ اس کی وجہ سےنفس کے اعمال اور کردار بآسانی وبسہولت صادر ہوتے اور بغیر فکروغور وجود پذیر ہوتے رہتے ہیں ۔

اب اگر یہ حالت و ہیٔت ایسے نہج واسلوب پر قائم ہے کہ ان کے ذریعہ صادر شدہ اعمال عقل وشرع کی نگاہ میں اعمال جمیلہ ومحمودہ ہیں تو اس کا نام ”خلق حسن“ ہے ۔

اور اگر اس کے برعکس اعمال سئیہ وغیرمحمودہ وجود میں آتے ہیں تو وہ ''خلق سئیہ یا بد اخلاقی'' ہے ۔اورنفس کی ہیئت و حالت کے ساتھ'' رسوخ وقرار کی شرط'' اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر گا ہے نفس سے کسی عمل کا صدور بھی ہو جائے مگر نفس میں وہ راسخ اور ثابت نہ رہے تو وہ '' خلق حسن'' نہیں کہلایا جا سکتا ہے اسی طرح ''سہولت کی قید'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی '' امر حسن'' نفس سے بہ تکلف وتعب صادر ہوبھی جائے تب بھی اُس کو''خلق حسن'' نہ کہیں گے۔خلق حسن تو جب ہی کہلا سکتا ہے کہ وہ نفس میں اس طرح پیوست ہو گیا ہو کہ غور و فکر اور تکلیف ومشقت کا سوال ہی باقی نہ رہے بلکہ وہ نفس کے لیے فطرت اور طبیعت ثانیہ بن جائے'' (۲۰) ۔

اس تعریف میں.....لفظ ''اعمال'' سے مراد اعمال قلب ہیں جن پر اخلاق کا اطلاق ہوتا ہے ،چنانچہ علامہ علاءُ الدین لکھتے ہیں:

''و نعني با لأ خلاق ما هو من أ عمال القلو ب''(۲۱)۔(اور اخلاق سے ہماری مراد اُعمال دل ہیں)۔

یعنی وہ اخلاق جن کا سر چشمہ دل ہو یا جن کی جڑیں دل میں پیو ستہ ہوں ، چنانچہ مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الاٴزہریؒ لفظ'' خُلق'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

> '' وہ اعمال جو کسی سے اتفاقاً صادر ہوتے ہیں یا کسی وقتی جذبہ یا عارضی جوش سے ان کا ظہور ہوتا ہے وہ خواہ کتنے اعلیٰ اور عمدہ ہوں انہیں خلق نہیں کہا جائے گا (بلکہ) خلق کا اطلاق ان ہی خصائل وعادات پر ہو گا جو پختہ ہوں ، جن کی جڑیں قلب و روح میں بہت گہری ہوں ۔ ان ہی غیر متزلزل اور پختہ صفات پر کامیاب زندگی کا محل تعمیر کیا جا سکتا ہے ، ان ہی پر اعتماد کرتے ہوئے قومی ترقی اور اصلاح کے منصوبے بنائے جاتے ہیں اور ان پر عمل کیا جا سکتا

ہے....'' (۲۲)۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ اخلاق سے مراد وہ پختہ عادات و خصائل اور زندگی گزارنے کے وہ طور وطریقے ہیں جو انسان کی طبیعت کا مستقل حصہ بن چکے ہوں۔ یہ عادات اچھی بھی ہو سکتی ہیں اور بری بھی ۔ اچھی ہوں تو ان پر اچھے اخلاق اور اگر بری ہوں تو برے اخلاق کا اطلاق ہو گا۔اول الذکر کو'' فضائل اخلاق،مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق'' وغیرہ کہا جاتا ہے جبکہ ثانی الذکر کو''رذائل اخلاق یا اخلاق فاسدہ یا صفات مذمومہ''وغیرہ کہا جاتا ہے (۲۳)۔

معلم اخلاق کی حیثیت سے نبی اکرم ﷺ کا مقام

معلم اخلاق کی حیثیت سے نبی اکرم ﷺ کے مقام کو بیان کرنے کے دو اسالیب ہیں:

الف۔ ایک تقابلی اسلوب یعنی دیگر اخلاقی معلمین میں نبی اکرم ﷺ کا مقام (۲۴)۔

ب۔ دوسرا غیر تقابلی اسلوب یعنی صرف نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کو بیان کرنا۔ہم طوالت کے خوف سے اسی دوسرے اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ قرآن مجید نبی اکرم ﷺ کو خالق عز وجل کی جانب سے عطا ہونے والا سب سے بڑا معجزہ ہے اور اسی میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے ہر شعبہ حیات میں مستقل رہنما اور مؤثر قائد کی حیثیت سے مختلف پیرایوں میں پیش کر کے اجمالاً اعلان فرما دیا کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۲۵)۔(بے شک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے)۔

اس اَمر سے متعلقہ قرآنی آیات کا بالاستیعاب جائزہ لینے کے بعد عیاں ہو جاتا ہے کہ:

۱۔ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آپؐ پر ایمان لانے کو واجب قرار دیا گیا ہے۔مثلاً ملا حظہ کیجئے: سورۃ النساء :۱۱۵، ۱۳۶، سورۃالتغابن (ہار جیت) : ۸، سورۃالا عراف:۱۵۸،سورۃ الفتح :۸۔۹، سورۃالحجرات : ۱۵ ، سورۃالنور : ٦۲ ، سورۃالحدید : ۲۸ ،سورۃ النساء:۱۷۱۔

۲۔ بعض آیات نبی اکرمﷺ کی اطاعت (مطلق اطاعت)پر دلالت کرتی ہیں اور آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپﷺ کی مخالفت سے ڈراتی ہیں اور اطاعت پر اجر وثواب کی خوشخبری دیتی ہیں مثلاً :سورۃ آلعمران:۳۱، ۳۲،سورۃالأنفال:۲۰،سورۃ محمد:۳۲، ۳۳،سورۃالأحزاب:۳۳، سورۃالنساء :۵۹، ۸۰،سورۃ النور : ۵۴ ، ۵٦ ، سورۃ الحجرات : ۲۔

۳۔ بعض آیات نبی اکرمﷺ کے ہر اس حکم کو ماننے پر دلالت کرتی ہیں جس کا آپﷺ نے حکم دیاہے اور جس سے آپﷺ نے منع فرمایا ہے نیز اخلاق و سیرت میں آپ ﷺ کی پیروی کو فرض قرار دیتی ہیں مثلاً دیکھئے :سورۃ الحشر:۷،سورۃ الاحزاب:۲۱ ۔

۴۔ جبکہ بعض آیات نبی اکرمﷺ کی مختلف حیثیات کو نمایاں کرتیں ہیں مثلاً :

الف۔ نبی اکرمﷺ بحثییت معلم و مزی ، دیکھئے : سورۃ آل عمران : ٦۴ ، سورۃ النحل : ۴۴ ، سورۃ الجمعہ : ۲،سورۃ البقرۃ : ۱۲۹ ، ۱۵۱۔

ب۔ نبی اکرمﷺ بحثییت شارح القرآن ، دیکھئے سورۃ الاعراف : ۱۵۷۔

ج۔ نبی اکرمﷺ بحثییت قاضی ، دیکھئے:سورۃ النساء : ٦۱، ٦۵، ۱۰۵،سورۃ النور: ۵۱ ، سورۃ الشوری : ۱۵۔

یہ نبی اکرمﷺ کے مقام و مرتبہ سے متعلق چند پہلوؤں کے عناوین ہیں اور وہ بھی مثلاً:یہ اور جو پہلو ان کے علاوہ قرآن مجید میں یا احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے

ہیں اور جو ان میں سے انسان کی محدود عقل کے احاطہ میں آسکنے والے ہیں کے بیان کے لیے عمریں درکار ہیں اور یہ ایک لا متناہی سلسلہ ہے ۔ آج تک جن جن افراد نے حصول فیوض و برکات اور حصول رضائے الٰہی کے لیے اس بے کنار سمندر میں غوطہ زنی کی ہے ان میں سے کسی نے اپنے کام کو حرف آخر نہیں کہا ہے اور نہ ہی آئندہ کوئی یہ دعویٰ کر سکے گا ، چنانچہ ڈاکٹر عبد الحی فاروقی لکھتے ہیں :

> '' حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کسی کا فہم اور کسی کا قیاس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی حیثیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کی کنہ عظیم تک نہیں پہنچ سکتا اور بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں پہچان سکتا ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند کما حقہ کوئی نہیں پہچان سکتا '' (۲۶)۔

مختصر یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمام صفات کاملہ و اخلاق حسنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کا ایک اکمل ترین '' مجموعہ '' ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شعبوں کے تمام تقاضوں کو بطریق احسن پورا کرتے ہوئے ایک صالح اور مثالی معاشرے کی بنیاد رکھی اور اسے آنے والے ادوار کے لیے نمونہ کے طور پر انسانیت کے سامنے پیش فرما دیا ۔ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ ہی صرف عالمگیر اور دائمی نمونہ عمل ہے جس کا ہر پہلو، خواہ وہ اخلاقی ہو یا معاشرتی، معاشی ہو یا اقتصادی ، دعوتی ہو یا تبلیغی ، تعلیمی ہو یا تربیتی ، سیاسی ہو یا قانونی وغیرہ ۔ تاریخیت و جامعیت اور کاملیت و عملیت جیسی ابدی خوبیوں کے زیور سے بدرجہ اتم مزین ہے ۔

زیر بحث موضوع کے تقاضے کے پیش نظر چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معلم ہونے کی حیثیت سے مقام و مرتبہ کی چند جھلکیاں دکھانا مقصود ہے۔ اس لیے ذیل کی سطور میں صرف اسی موضوع کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے :

بطور معلم اخلاق نبی اکرم ﷺ کا مقام

اخلاقی معلمین کے جس سلسلہ بعثت کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کی تھی اس کی انتہاء امام الأنبیاء حضور علیہ الصلاۃ و السلام پر ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کی بے مثل ذات اقدس میں اللہ تعالیٰ نے جملہ اعلیٰ اور مثالی اخلاقی محاسن و فضائل بدرجۂ اتم ودیعت فرما کر کائنات کے آخری عظیم اخلاقی معلّم کے بلند منصب پر فائز فرماتے ہوئے آپ ﷺ کے خلق عظیم کے درجہ کی مدح و ثناء یوں فرمائی: ﴿وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلِقٍ عَظِیْمٍ﴾(۲۷)۔(اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں)۔

اس آیت کریمہ کے تین الفاظ (علی، خلق، عظیم) اپنے اندر معانی ومطالب کا سمندر سمیٹے ہوئے ہیں،ذیل میں ہر ایک لفظ کی مختصراً توضیح کی جاتی ہے:

۱. علیٰ

یہ حرف جار ہے جو'' استعلاء کے لیے ہے یعنی کسی پر حاوی ہونے، چھا جانے اور قابو پا لینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔آیت یوں نہیں ہے(واِنَّ لَکَ خُلُقًا عَظِیْمًا) بلکہ﴿وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلِقٍ عَظِیْمٍ﴾ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ پرنبی اکرم ﷺ کا قبضہ ہے،یہ سب زیر فرمان ہیں۔یہ سب مرکب ہیں،نبی اکرم ﷺ ان کے راکب اور شہسوار ہیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ کو ان امور کے لیے کسی تکلف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں ۔آفتاب ذات محمدی سے صفات محمدیہ اور کمالات احمدیہ کی کرنیں خود بخود پھوٹتی رہتی ہیں(۲۸)۔

۲. خُلُق

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

''الخُلُقُ مَلَکۃٌ نَفسَانِیۃٌ یَسْھَلُ عَلَی الْمُتّصِفِ بِھَاالاِتیَانُ بالأ فعالِ الجَمِیْلَۃ''(۲۹)۔

(یعنی خلق، نفس کے اس ملکہ اور استعداد کو کہتے ہیں جس میں وہ پایا جائے، اس کے لیے افعال جمیلہ (اخلاق حسنہ) پر عمل پیرا ہونا سہل (آسان) ہو جائے)۔

پھر فرماتے ہیں کہ:

''کسی اچھے اور خوبصورت فعل کا کرنا الگ چیز ہے لیکن اس کو سہولت اور آسانی سے کرنا الگ چیز ہے۔ کوئی کام خُلُق اسی وقت کہلائے گا جب اس کے کرنے میں تکلف سے کام لینے کی نوبت نہ آئے''(۳۰)، جیسے زبان سے بولنا، آنکھ سے دیکھنا، کان سے سننا کہ اس میں کوئی تکلف نہیں ہوتا۔

۳۔ عظیم

عظیم الشان، بہت بڑا، علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں: ''اَی لَایُدرِکُ شاُوَہٗ اَحَدٌ مَن الخَلق''(۳۱)۔ (یعنی مخلوق میں سے جس کی سرعتِ رفتار یا عزم بلند کو کوئی نہ پا سکے اسے عظیم کہتے ہیں)۔ مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الأزھری اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''﴿وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ فرما کر بتا دیا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے۔ وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ مجموعی طور اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ اس ذات اقدس و اطہر میں موجود ہیں۔ شکرِ نوح، خُلّتِ ابراہیم، اخلاص موسیٰ، صدقِ اسماعیل، صبرِ یعقوب، تواضع سلیمان علیہم الصلاۃ و السلام سب یہاں جمع ہیں''(۳۲)۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نبی اکرم ﷺ کے خلق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً عرض کیا: "اِنَّ خُلُقَ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ کَانَ القُرآن"(۴۳)۔(بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم ﷺ کا خلق قرآن مجید تھا)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ مأمورات سے مزین اور منہیات سے خالی تھے یعنی جن اعلیٰ اعمال و اخلاق کو اپنانے کا قرآن مجید حکم دیتا ہے نبی اکرم ﷺ کی ذات میں وہ بدرجہ اتم اعتقاداً وعملاً موجود تھے اور جن برے اعمال و اخلاق سے قرآن مجید منع کرتا ہے نبی اکرم ﷺ مکمل طور پر اعتقاداً وعملاً ان سے دور تھے، چنانچہ پیر محمد کرم شاہ الأزھریؒ لکھتے ہیں کہ:

> "جن محاسنِ اوصاف اور مکارم اخلاق کو اپنانے کا قرآن نے حکم دیا ہے نبی اکرم ﷺ ان سے کمال درجہ متصف تھے اور جن لغوباتوں اور فضول کاموں سے بچنے کی ترغیب دی ہے، نبی اکرم ﷺ ان سے پوری طرح منزہ و مبرہ تھے"(۴۴)۔

سید امیر کبیر علی ہمدانیؒ لکھتے ہیں کہ:

> "جن باتوں سے اللہ جل شانہٗ نے منع کیا ہے ان سے نبی اکرم ﷺ ایسے دور رہتے تھے کہ ان کو دیکھ ہی نہ سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کی طبیعت پر کسی قسم کا ملال نمودار ہوتا تھا تو نبی اکرم ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کو فرماتے تھے۔ اے بلال! مجھے غموں سے بچا لے اور نماز سے خوش کر۔ دراصل رسول ﷺ کی خوشی عبادات میں اور آنکھوں کی روشنی نماز میں ہوتی تھی۔آج کل کے مسلمان جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ان کی خوشی گناہوں میں، آنکھوں کی ٹھنڈک بد کاریوں میں اور قرب الٰہی زمانے کی زینت میں ہوتا ہے۔ اور آئین

ناکارہ کو آئینِ محمدی ﷺ جانتے ہیں اور اپنے زورِ بیان کو ایمان سمجھتے ہیں اور رسومات بیہودہ کو اسلام کی رسومات جانتے ہیں۔ گویا وہ اسلام کو سلام کر چکے ہیں'' (۳۵)۔

عظیم اخلاقی معلم نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری عظیم اخلاقی معلم نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد یوں بیان فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ق وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ (۳۶)۔

(وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا اُمّیوں میں ایک رسول ان ہی میں سے جو پڑھ کر سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت۔ اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے)۔

اس آیت کریمہ میں معلم اخلاق علیہ الصلاۃ والسلام کی توصیف بعثت میں تزکیہ اور حکمت کے دو الفاظ زیرِ بحث موضوع کی نسبت سے وضاحت طلب ہیں:

ا۔ تزکیہ

اس سے مراد یہ ہے کہ انسانی نفوس کو گناہوں کے میل کچیل سے صاف کر کے صحیح عقائد، عمدہ اخلاق اور صالح اعمال کی تعلیم و تربیت کی قبولیت کے قابل بنا دینا، چنانچہ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ:

> '' تزکیہ کے لفظی معنی ہیں: پاک کرنا، نکھارنا، میل کچیل دور کرنا۔ قرآن پاک نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہے کہ انسانی نفس کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے یعنی اس آئینہ کے زنگ کو دور کر کے اس میں صیقل اور جلا پیدا کر دی

جائے" (۳۷)۔

تزکیہ کے اس مفہوم کی وضاحت پر درج ذیل آیات دلالت کرتیں ہیں،ارشاد ربانی ہے:

الف۔ ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا. فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا. وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾(۳۸)۔(قسم ہے نفس کی اور اس کو درست کرنے والے کی۔ پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ اور یقیناً نامراد ہوا وہ جس نے اس کو خاک میں دبادیا)۔

ب۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى. وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾(۳۹)۔(جس نے اپنے آپ کو پاک کیا۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا)۔

ج۔ ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى. اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى. وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى. اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى﴾(۴۰)۔(چیں بہ جبیں ہوئے (یعنی پیغمبرؐ نے تیوری چڑھائی) اور منہ پھیر لیا (اس وجہ سے کہ) ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور آپ کیا جانیں شاید وہ پاکیزہ تر ہو جاتا یا وہ غور و فکر کرتا تو نفع پہنچاتی اسے یہ نصیحت)۔

ان آیات سے عیاں ہوا کہ قرآن مجید میں تزکیہ کا وہی مفہوم ہے جو اوپر بیان ہوا ہے یعنی انسانی نفوس کا تصفیہ کرنا، انہیں بدخلقی کے دلدل سے نکالنا اور اعلیٰ اخلاقی اقدار و محاسن سے انہیں آراستہ کرنا۔اور یہی کائنات کے آخری معلم اخلاق نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے۔ اس مقصد کو احادیث کی روشنی میں لفظ "حکمت" کی تشریح کے بعد بیان کیا جائے گا۔

۲۔ حکمت

اس لفظ کی تشریح میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں(۴۱)،جن کو اس جگہ پر بیان

کرنا طوالت کے مترادف ہو گا۔یہاں زیرِ بحث موضوع کی مناسبت سے صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ مذکورہ آیت میں جس حکمت کا ذکر آیا ہے اس سے مراد سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے،چنانچہ علامہ بیضاوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:" **الکتاب و الحکمة : القرآن و السنة أفر دھما با لذکر اظھا رًا لشرفھما**" (۴۲) ۔ (کتاب اور حکمت سے مراد قرآن و سنت ہیں۔ اور ان دونوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا ہے تا کہ ان کے مرتبہ و شرف کا اظہار ہو جائے)۔

سید سلیمان ندویؒ اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "......اصل حکمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وہ نور نبوت اور الہامی معرفت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب و سینہ میں ودیعت کیا تھا ۔ اور چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن و اقوال آپؐ کی اسی ودیعت شدہ حکمت نبوی کی پیداوار اور آثار و نتائج ہیں۔اس لیے ان پر بھی حکمت کا اطلاق جائز ہے....."(۴۳)۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ششم میں علامہ ندویؒ لکھتے ہیں کہ:

> "..... حکمت کا لفظ قرآن پاک میں جہاں اس علم و عرفا ن کے معنی میں ہے جو نور الٰہی کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں ودیعت رکھا جاتا ہے ، اور جس کے آثار و مظاہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کبھی مصالح واسرار،اور کبھی سنن واحکام کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں وہیں اس کا دوسرا اطلاق اس علم وعرفان کے ان علمی آثار و نتائج پر بھی ہوتا ہے جن کا بڑا حصہ اخلاقی تعلیمات کا ہے ...."(۴۴)۔

اس کے بعد علامہ ندویؒ اس دوسرے معنی کی حکمت میں داخل شدہ باتوں کو قرآنی آیات کے حوالوں کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"..... ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن کی اصطلاح میں ان فطری امور خیر کا ہونا فطرۃً تمام قوموں اور مذہبوں میں مسلم ہے اور جن کو دوسرے معنی میں اخلاق کہہ سکتے ہیں "حکمت" کہا گیا"(۴۵)۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"محمد ﷺ کی شریعت میں اخلاق کا مرتبہ اور پایہ یہ ہے کہ ان کو "حکمت" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے ---۔"(۴۶)

مقصد بعثت بزبانِ معلم اخلاق ﷺ

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ انسانوں کو ہدایت ربانی سے آگاہ کرنے، شرک کی ظلمت سے نکال کر اسلامی عقائد کے نور سے انہیں منور کرنے، فضائل اخلاق سے مزین کرنے اور رذائل اخلاق سے باز رکھنے یعنی مکمل طور پر ان کے نفوس کا تزکیہ و تصفیہ کرنے کی خاطر حضور علیہ الصلاۃ و السلام کو اعلیٰ اوصاف حمیدہ کی تمام تر عظمتوں سے آراستہ و پیراستہ کرکے کائنات کے آخری عظیم معلم کی حیثیت سے مبعوث کیا گیا۔ بعثت کے اس عظیم مقصد کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے یوں بیان فرمایا ہے:
"**اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا**" (۴۷)۔ (بلاشبہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے)۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی تعلیم کا اصل مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا: "**بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ**" (۴۸)۔(میں اخلاق کی خوبیوں کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں)۔ ایک اور روایت میں ہے: "**انما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق**" (۴۹)۔

ان روایتوں کو آپس میں ملا کر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ علم کا اُصل مقصد اخلاق ہیں، جو کہ مطلوب ہیں، اور علم ان اخلاق کا ذریعہ ہے۔ معلم اخلاق علیہ الصلاۃ و السلام کا کام صرف لوگوں تک علم پہنچانا نہیں بلکہ اخلاق کی عملی تشکیل و تعمیر بھی ہے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہوتے ہی مقصد بعثت کو پورا کرنا شروع کر دیا۔ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہی تھے کہ ابو زر غفاری رضی اللہ عنہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بارے میں سنا تو اپنے بھائی انیس رضی اللہ عنہ کو حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لیے مکہ ارسال کیا۔انہوں نے واپس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے بھائی کو ان الفاظ میں رپورٹ دی :

''رَأَیْتُہٗ یَأْمُرُ بِمَکَارِمِ الأَخْلَاقِ'' (۵۰)۔(میں نے انہیں دیکھا کہ وہ لوگوں کو اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں)۔

یہاں اخلاق کے ضمن میں ''تعلیم'' یا ''تلقین'' یا ''تبلیغ'' وغیرہ کی بجائے ''اُمر'' کا لفظ قابل غور ہے۔ اخلاق کا تعلق محض فکر ودانش سے نہیں قوت عمل سے ہے۔یہ کچھ پڑھنے کی مشق نہیں بلکہ کچھ کرنے کی تربیت کا نام ہے (۵۱)۔

اس کے علاوہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں جو تقریر کی تھی اس کے چند فقرے قابل غور ہیں، آپؓ نے فرمایا :

> ''اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے،بتوں کو پوجتے،مُردار کھاتے اور بے حیائیوں وبدکاریوں میں مبتلا تھے، رشتہ داروں کا حق مارتے تھے اور ہمسائیوں کو دکھ دیتے تھے ، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا ، طاقتور کمزور کو کھاجاتے تھے۔اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جس کا خاندان ، حسب و نسب اور جس کی سچائی ، امانت اور پاکبازی سے ہم پہلے سے واقف تھے۔انہوں نے ہمیں کو ایک اللہ پر ایمان لانے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی۔انہوں نے ہم کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے ، رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھنے ، پڑوسی سے حسن سلوک کرنے ، نا جائز اور حرام

باتوں اور خون ریزیوں سے پرہیز کا حکم دیا۔بے حیائی کے کاموں ، جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے سے منع فرمایا۔پس ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی،جو انہوں نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام مانا اور جو انہوں نے حلال بتایا اس کو حلال تسلیم کیا"(۵۲) ۔

ہجرت حبشہ چونکہ ۵ نبوی میں ہوئی ، حضرت جعفرطیار رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطاب میں عہد جاہلیت کی حالت بیان کرنے کے ساتھ اسلام کا تعارف کر دیا ہے - یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عقائد کی اصلاح اور اخلاقی تعلیم وتربیت کے ذریعہ خالق ومخلوق کے درمیان تعلق استوار کرنے کا عمل معلم اخلاق علیہ الصلاۃ و السلام نے ساتھ ساتھ اور ابتداء نبوت سے ہی شروع کر دیا تھا کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہی تھا ۔ اس مقصد کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ایسی کامیابی سے ہمکنار کیا جس سے کوئی اور ہمکنار نہ ہوسکا ، چنانچہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی صدیقی لکھتے ہیں کہ:

"سب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا اصل مقصدِ بعثت ایک ہی تھا یعنی عبد اور معبود کا تعلق استوار کرنا۔ اور یہی کمال انسانیت ہے ۔ اس میں سب انبیاء ومرسلین علیہم السلام کامیاب ہوئے ۔ لیکن جو کامیابی نبی اکرم ﷺ کو حاصل ہوئی وہ اپنی جگہ بے نظیر وبے مثل ہے۔ آنحضرت ﷺ کے فیضان صحبت سے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ایک ایسی نئی قوم اور امت وجود میں آگئی، جسے اللہ تعالیٰ نے "خیر اُمة" کا خطاب عطا کیا ، جس کا ہر فرد ولی کامل اور ولایت عظمیٰ کے ایسے درجہ پر فائز تھا جس پر ان کے بعد نہ اب تک کوئی فائز ہوسکا ہے اور نہ قیامت تک کوئی فائز ہوسکتا ہے" (۵۳)۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ:

''تزکیہ وتکمیل کا عمل فرد تک محدود نہ تھا۔ معاشرے اور مجتمع کے تزکیہ اور اس کی تکمیل میں جو کامیابی افضل المرسلین ﷺ کو حاصل ہوئی وہ بھی بے نظیر و بے مثل ہے۔ آنحضور ﷺ نے قلیل مدت میں ایک پوری قوم ایسی تیار فرما دی جو بحیثیت قوم اور مجتمع بھی کامل تھی اور بحیثیت انفرادی بھی اس کا ہر فرد کامل تھا'' (۵۴)۔

معلم اخلاق نبی اکرم ﷺ کے خصائص

کائنات کے کامل ومکمل ترین اور آخری عظیم معلم اخلاق ہونے کی حیثیت سے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس متعدد خصائص کا مجموعہ ہے جو دوسرے معلمین اخلاق جیسے انبیاء علیہم السلام، فلاسفہ وحکماء اور دیگر بانیان مذاہب سے آپ ﷺ کو ممتاز کرتے ہیں۔ ان خصائص و صفات میں سے چند درج ذیل ہیں:

ا۔ بے حجاب ونقاب زندگی

معلم اخلاق نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے جملہ پہلوو گوشے، خواہ ان کا تعلق آپ ﷺ کی گھریلو زندگی سے ہو، یا گھر سے باہر کی زندگی سے ہو، مکمل طور پر انسانیت کے سامنے کھلی کتاب کی طرح موجود ہیں۔ چنانچہ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

''صرف اسلام ہی کے ایک معلّم ﷺ کی زندگی ایسی ہے جس کا حرف حرف دنیا میں محفوظ اور سب کو معلوم ہے'' (۵۵)۔

بقول بارسورتھ اسمتھ ''یہاں (سیرتِ محمدیؐ) پورے دن کی روشنی ہے جس میں محمدؐ کی زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی طرح نمایاں ہے'' (۵۶)۔

مفسر قرآن مولانا سید ابو الاعلی مودودیؒ نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''جو لوگ حضور ﷺ پر ایمان لائے تھے، وہ وہی تھے کہ جن کے

درمیان چالیس سال آپ نے زندگی گزاری تھی اور حضور ﷺ کی زندگی کا کوئی گوشہ ان کی نظر سے چھپا ہوا نہیں تھا .... رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والوں نے چونکہ آپ ﷺ کو نہایت درجہ بلند اخلاق پایا، اس لیے انہوں نے اس بات کا یقین کر لیا تھا کہ حضور ﷺ جو نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ بالکل بجا اور درست ہے۔ اس کردار اور سیرت کے آدمی کو یقیناً اللہ کا نبی ہی ہونا چاہیے"(۵۷)۔

آگے چل کر مدنی زندگی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"....واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری زندگی کو کھلی کتاب کی طرح لوگوں کے سامنے رکھ دیا تھا۔ آپ ﷺ کی کوئی چیز پرائیوٹ نہیں تھی، سب کچھ پبلک تھا۔ لوگوں کو ہر وقت اس بات کی اجازت تھی کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود آپ ﷺ کی زندگی کو دیکھیں، آپ کے اقوال کو سنیں اور لوگوں تک پہنچائیں، آپ ﷺ کے افعال کو دیکھیں اور لوگوں سے بیان کریں بلکہ ان کو یہ بھی اجازت تھی کہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ ﷺ کی نجی زندگی کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک ایسی ہستی پورے دس سال (یعنی مدنی زندگی) تک اس طرح عوام کے سامنے رہی کہ اس کی زندگی کا کوئی پہلو بھی ان سے چھپا ہوا نہیں ہے....."(۵۸)۔

۲۔قول و عمل میں مطابقت

ایک کامل و مکمل اور آخری معلم اخلاق کے لیے ایک اور اہم صفت یہ ہے کہ اس کے قول و عمل میں بدرجہ اتم مطابقت وہم آہنگی ہو یعنی جو کچھ کہے خود اس کا عملی مظاہرہ بھی کرے۔ اس پہلو کے اعتبار سے اگر معلم اخلاق نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا جائزہ

لیا جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا مقام بلند ترین ہے اور آپ ﷺ ہی تمام انسانیت کے بہترین معلم و رہنما ہیں کیونکہ آپ ﷺ اپنے متبعین کو جو نصیحت فرماتے سب سے پہلے خود اس کا عملی مظاہرہ فرماتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِنَّ لَکَ لَاَ جْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ.وَاِ نَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴾(۵۹)۔

(اور یقیناً آپ کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا ۔ اور بے شک آپ عظم الشان خلق کے مالک ہیں)۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ اس آیت کریمہ سے نبی اکرم ﷺ کی عملی سیرت (اخلاق) پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ دونوں فقرے اگرچہ معطوف و معطوف علیہ ہیں،لیکن درحقیقت اپنے اشارۃ النص اور ترکیب کلام کے لحاظ سے علت و معلول ہیں، یعنی دعویٰ اور دلیل ہیں۔ پہلے ٹکڑہ میں نبی اکرم ﷺ کے اجر کے ختم نہ ہونے کا دعوی ہے، اور دوسرے ٹکڑہ میں آپ ﷺ کے عمل اور اخلاق کو دلیل میں پیش کیا گیاہے، یعنی نبی اکرم ﷺ کے اعمال اوراخلاق خود اس کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کے اجر کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا ، مکہ کا امّی معلم ﷺ پکار کر کہتا تھا:﴿ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾(۶۰)۔ (کیوں تم کہتے ہو جو کرتے نہیں) ۔ اور اس اعلان کا اس کو حق تھا ، کیونکہ وہ جو کچھ کہتا تھا اس کو کر کے دکھا تا تھا۔“(۶۱) ۔

سیرت طیّبہ: قرآن کی عملی تفسیر

معلم اخلاق نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ قرآن مجید کی جیتی جاگتی عملی تفسیر ہے مثلاً:﴿ اقیمو الصلوٰۃ ﴾ کی عملی تفسیر ”صلوا کما رأیتمونی أصلی“ ہے، چنانچہ علاّمہ سیّد سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

" قرآن پاک، اسلام کے احکام اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے جو تعلیمات انسانوں کو پہنچائی گئیں، ان کا مجموعہ ہے، بحیثیت ایک عملی پیغمبر کے آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارک درحقیقت قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے۔ جو حکم نبی اکرم ﷺ پر اتارا گیا، آپ ﷺ نے خود اس کو کر کے بتایا۔ ایمان، توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، جہاد، ایثار، قربانی، عزم، استقلال، صبر وشکر، ان کے علاوہ اور حسن عمل، وحسن خلق کی باتیں، جس قدر نبی اکرم ﷺ نے فرمائیں، ان کے لیے سب سے پہلے آپ ﷺ نے اپنا ہی نمونہ پیش فرمایا، جو کچھ قرآن میں تھا، وہ سب مجسم ہو کر آپؐ کی زندگی میں نظر آیا"(۶۲)۔

مختصر یہ کہ " اسلام خود اپنے پیغمبر ﷺ کو اپنی کتاب کا عملی مجسمہ، نمونہ اور پیکر بنا کر پیش کرتا ہے۔ تمام دنیا میں یہ فخر اسلام کے پیغمبر ﷺ کو حاصل ہے کہ وہ تعلیم اور اصول کے ساتھ ساتھ اپنے عمل اور اپنی مثال کو پیش کرتا ہے"(۶۳)۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے احکام اور معلم اخلاق نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی آمیزش سے ہی اسلام کی صحیح اور مکمل تصویر سامنے آسکتی ہے۔ قرآن مجید تو موجود ہے مگر نبی اکرم ﷺ کا ظاہری وجود غائب ہے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کی عملی زندگی سنت کی صورت میں زندہ و جاوید موجود ہے۔ قرآن مجید کی طرح یہ بھی انسانیت کی رہنمائی و ہدایت کا ابدی منبع ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے خالق حقیقی کی طرف رحلت فرمانے سے کچھ ماہ پہلے فرمایا تھا: " **انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و سنتی** " (۶۴)۔ (میں تم میں دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں یعنی کتاب اللہ اور اپنی سنت (یعنی اپنا عملی راستہ، اپنی عملی زندگی)۔

کیا یہ معلم اخلاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل میں موافقت و مطابقت کا ثمرہ نہیں ہے کہ ’’ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف اقوال و نصائح کو بلکہ اس کے عملی نمونوں اور کارناموں کو بھی پیش کرتے اور ان کی پیروی کی دعوت دیتے ہیں‘‘(۶۵)۔

۳۔ جامعیت

کائنات میں انسانیت کے لیے کامل و مکمل ترین اور آخری عظیم اخلاقی معلم ہونے کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اعلی درجہ کی جامعیت سے مزین ہے۔ جامعیت سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی زندگی میں قیامت تک انسانیت کے لیے نظری کے ساتھ ساتھ عملی پندونصائح ، اسباق و دروس ، اور رہنما اصول وضوابط کا سمندر موجود ہے . چنانچہ سید سلیمان ندوی ؒ لکھتے ہیں :

’’جامعیت سے مقصود یہ ہے کہ مختلف انسانی طبقات کو اپنی ہدایت اور روشنی کے لیے جن نمونوں کی ضرورت ہوتی یا ہر فرد انسان کو اپنے مختلف تعلقات و روابط اور فرائض وواجبات کو ادا کرنے کے لیے جن مثالوں اور نمونوں کی حاجت ہوتی ہے،وہ سب اس آئیڈل زندگی کے آئینہ میں موجود ہوں، اس نقطہ نگاہ سے کبھی دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ سوائے خاتم الأنبیاء علیہ الصلاۃ و السلام کے کوئی دوسری شخصیت اس معیار پر پوری نہیں اتری‘‘(۶۶)۔

آگے چل کر اس معیار کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

۱۔ ’’.....پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں جامعیت ہے ، یعنی انسانوں کے ہر طبقہ اور صنف کے لیے اس سیرت پاک میں نصیحت پذیری اور عمل کے لیے درس اور سبق موجود ہیں ....‘‘ (۶۷)۔

۲۔ ’’..... ایک ایسی شخصی زندگی جو انسانی طائفہ کے اور ہر انسانی حالت کے مختلف

مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو،صرف رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے ....'' (۶۸)۔

۳۔ ''......تم جو کوئی بھی ہو ، اور کسی بھی حال میں ہو ، تمہاری زندگی کے لیے نمونہ ، تمہاری سیرت کی درستی اور اصلاح لے لیے سامان ، تمہارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دل مل سکتا ہے۔ اس لیے انسانی طبقہ کے ہر طالب اور ایمانی نور کے ہر متلاشی کے لیے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے ......'' (۶۹) ۔

۴۔ '' ...... محمد رسول ﷺ کی سیرت،اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکیٹ) ہے ،جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلبگار کے لیے بہترین سامان ہے'' (۷۰)۔

۵۔ '' آنحضرت ﷺ کو آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں دیکھو جامعیت کی صف کاملہ پوری طور پر نمایاں ہو جائے گی'' (۷۱)۔

۶۔ '' ...... حضرت محمد ﷺ قانون بھی لائے ، دعا و مناجات بھی ، اور زہد و اخلاق بھی،ان سب کا مجموعہ الفاظ و معنی ہیں قرآن اور عمل میں سیرت محمدی ﷺ ہے'' (۷۲) ۔

۷۔ ''...... محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات انسانی کمالات اور صفات حسنہ کا ایک کامل مجموعہ تھی....'' (۷۳)۔

۸۔ '' ایسی کامل و جامع ہستی جو اپنی زندگی میں ہر نوع اور ہر قسم ، ہر گروہ اور صنف انسانی کے لیے ہدایت کی مثالیں اور نظیریں رکھتی ہے وہی اس لائق ہے جو اس اصناف و انواع سے بھری ہوئی دنیا کی عالمگیر اور دائمی رہنمائی کا کام انجام دے ....'' (۶۴)۔

مختصر یہ کہ ایک معیاری معلّم و مربّی کی حیثیت سے نبی اکرم ﷺ کی ذات میں ساری خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں ، ایک روایت میں ہے کہ: " قد جمع الله له السيرة الفاضلة و علمه جميع محاسن الأ خلاق "۔(اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس میں اعلی درجہ کی سیرت جمع فر ما دی ہے اور آپ ﷺ کو بہترین اخلاق کی تعلیم دی ہے)۔ایک اور روایت میں ہے کہ : " كان رسول الله ﷺ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقاً " (۷۵)۔(یعنی رسول اللہ ﷺ اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے)۔

معلم اخلاق ﷺ کی بہترین اخلاقی قوت کی تا ثیر کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ " عرب جو اخلاق کے پست ترین نقطہ پر تھا ۲۳(تیئیس)برس کے بعد وہ اخلاق کے اس اوج کمال پر پہنچا جس کی بلندی تک کوئی ستارہ آج تک نہ پہنچ سکا "(۷۶)۔

اخلاقی درس گاہ کی جا معیت

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد تعمیر فر مائی جسے "مسجد نبوی" کہتے ہیں ۔ اسے ہی عالم اسلام کی پہلی عظیم ترین درس گاہ (یو نیو رسٹی) ہو نے کا شرف حاصل ہے ۔ کا ئنا ت کے آخری اور اس یو نیو رسٹی کے پہلے بانی حضرت محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں مختلف نوعیت کے افراد مختلف اماکن سے حاضر ہو کر متعدد علوم و فنون کے انوار سے اپنے آپ کو منور کرتے اور عملی مظاہرہ کر کے دوسروں کو بھی منور کرتے۔یعنی یہ درس گاہ اپنے بانی علیہ الصلاۃ و السلام کی طرح عمومیت ،جا معیت، اور عالمگیریت جیسی ابدی اور لازوال خوبیوں کی حامل ہے ، چنا نچہ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

۱۔ " .... محمد رسول اللہ ﷺ کی درس گاہ اعظم ..... ایک عمومی جا معہ ہے جس میں انسانی ترقی کی ہر قوت نشو و نما پا رہی ہے،خود معلّم ﷺ کی ذات پوری یو نیو رسٹی ہے جس کے اندر علم و فن کا ہر شعبہ اپنی جگہ قائم ہے اور ہر جنس اور ہر مذاق کے

طالب علم آتے ہیں اور اپنے ذوق اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق کسبِ کمال کر رہے ہیں'' (۷۷)۔

۲۔ '' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ میں داخلہ اذن عام ہے ..... اس میں داخلہ کے لیے رنگ و روپ، ملک و وطن، قوم و نسل اور زبان و لہجہ کا سوال نہ تھا بلکہ وہ دنیا کے تمام خانوادوں، تمام قوموں، تمام ملکوں، اور تمام زبانوں کے لیے عام تھی'' (۷۸)۔

۳۔ علاوہ ازیں ! ''.... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ میں ہر چیز تم کو معلوم ہو سکتی ہے اس کے ہر ایک طالب علم کا نام و نشان، حالات و سوانح، نتائج تعلیم و تربیت ہر چیز تاریخ اسلام کے اوراق میں ثبت ہے .....'' (۷۹)۔

☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات و حواشی

۱۔ دیکھئے المفردات فی غریب القرآن از امام راغب اصفہانیؒ (متوفی ۵۰۲ ھ) ص ۱۵۷، ۱۵۸، تحقیق و ضبط: محمد سید گیلانی، اصح المطابع کراچی، تاریخ نا معلوم، احیاء علوم الدین از امام ابو حامد الغزالیؒ (متوفی ۵۰۵ ھ) اُردو ترجمہ از مولانا محمد احسن نانوتوی ج ۳ ص ۸۰، ۸۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور، تاریخ نا معلوم، شریعت و طریقت از مولانا اشرف علی تھانویؒ ص ۶ تا ۷۸، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۸۱ء۔

۲۔ دیکھئے احیاء علوم الدین محولہ بالا ج ۳ ص ۸۱ و ما بعد ھا، شریعت و طریقت محولہ بالا ص ۳۱ و ما بعد ھا، محاسن السلوک (اُردو ترجمہ) ذخیرہ الملوک (سید امیر کبیر علی ہمدانیؒ) تالیف محمد ریاض قادری ص ۱۱۶ و ما بعد ھا، قادریہ بکس سنت نگر لاہور، تاریخ نا معلوم، نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از علامہ شمس بریلوی ص ۳۷۳ و مابعدھا، مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی، طبع اول، ۱۹۸۷ء۔

۳۔ سورۃ البقرۃ(۲):۲۶۹۔

۴۔ دیکھئے احیاء علوم الدین محولہ بالا ص ۸۲۔

۵۔ سابق حوالہ۔

۶۔ سابق حوالہ نیز دیکھئے : شریعت و طریقت محولہ بالا ص ۳۱، ۸۹ ، اخلاق اور فلسفۂ اخلاق از مولانا حفیظ الرحمٰن سیوہاروی ص ۴۵۱ ، مکتبہ رحمانیہ لاہور ، ۱۹۷۶ء۔

۷۔ محاسن السلوک محولہ بالا ص ۱۱۷۔

۸۔ احیاء علوم الدین محولہ بالا ج ۳ ص ۸۱۔

۹۔ اخلاق اور فلسفۂ اخلاق محولہ بالا ص ۴۵۱،۴۵۲۔

۱۰۔ شریعت و طریقت محولہ بالا ص ۳۲۔

۱۱۔ سورۃ الحجرات(۴۹):۱۵۔

۱۲۔ احیاء علوم الدین محولہ بالا ج ۳ ص ۸۳۔

۱۳۔ سورۃ الفتح (۴۸):۲۹۔

۱۴۔ احیاء العلوم محولہ بالا ص ۸۳۔

۱۵۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ از ابو الفضل قاضی عیاضؒ (متوفی ۵۴۴ ھ) اُردو ترجمہ از مولانا محمد متین ہاشمی ج ۱ ص ۱۰۸ ، انجمن اصلاح المسلمین گوجرانوالہ ، طبع اول ،۱۹۸۳ء۔

۱۶۔ سورۃ الفرقان(۲۵):۶۷۔

۱۷۔ مقالات از پیر محمد کرم شاہ الأزہریؒ ج ۱ ص ۱۳۲، لاہور ، ۱۹۹۰ء۔

۱۸۔ دیکھئے محاسن السلوک محولہ بالا ص ۱۱۶۔

۱۹۔ دیکھئے مباحث فی الأخلاق از ڈاکٹر محمود عبدالمعطی برکات ص ۹ تا ۱۹ پھر ص ۶۹ تا ۷۲، دار الھدی، ۱۹۸۲ء۔

۲۰۔ اخلاق و فلسفہ اخلاق محولہ بالا ایڈیشن ص ۵۱۴۔ ۵۱۵ ، بحوالہ شرح احیاء علوم الدین از علامہ زبیدیؒ ج ۷ ص ۳۲۷۔

۲۱۔ کنز العمال فی سنن الأقوال و الأفعال از علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی البرھان فوری (متوفی ۹۷۵ ھ) ج ۳ ص ۱ ، بیروت ، ۱۹۷۹ء۔

۲۲۔ تعمیر اخلاق اور سیرتِ نبوی ﷺ از پیر محمد کرم شاہ الأزہریؒ در پیغمبر اخلاق ص ۱۳ ، ترتیب و

تدوین : ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن ، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، بین الأقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، تاریخ نا معلوم ۔

۲۳۔ دونوں قسموں یعنی فضائل اخلاق اور رذائل اخلاق کی تفصیل کے لیے دیکھئے سیرت النبی ﷺ از مولانا سید سلیمان ندویؒ ج۶ ، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ،طبع اول ، تاریخ نا معلوم

۲۴۔ اس اسلوب کے تحت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے نہایت ہی دلنشیں انداز میں آپ ﷺ کے مقام کو بیان کیا ہے(دیکھئے سیرت النبی ﷺ محولہ بالا ایڈیشن ج ۶ص ۳۷)، نیز مدراس والے چھ خطبوں میں بھی مولانا ندویؒ نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے (دیکھئے خطبات مدارس از علامہ سید سلیمان ندویؒ ، فرینڈز پبلی کیشنز ملتان ، تاریخ نامعلوم)۔

۲۵۔ سورۃ الاحزاب(۳۳):۲۱۔

۲۶۔ صاحبِ خلق عظیم از ڈاکٹر عبد الحی فاروقی در پیغمبر اخلاق محولہ بالا ص ۱۳۴ ۔

۲۷۔ سورۃ القلم(۶۸):۴۔

۲۸۔ ضیاء القرآن از پیر محمد کرم شاہ الأزہریؒ ج۵ ص ۳۳۱ ،ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۱۴۰۰ھ۔

۲۹۔ تفسیر کبیر از امام رازیؒ تفسیر سورۃ القلم، آیت نمبر۴۔

۳۰۔ ایضاً۔

۳۱۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی از علامہ محمود الا لوسی البغدادیؒ (۱۲۷۰ھ) ج ۱۵ص ۲۸، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان ۔ تاریخ نا معلوم ۔

۳۲۔ ضیاء القرآن محولہ بالا ج ۵ ص ۳۳۱۔

۳۳۔ سنن أبي داود ، باب نمبر ۴۶۸ فی صلاۃ اللیل ، حدیث نمبر ۱۳۲۸ ، ج ۱ص ۵۰۲ ، مع اُردو ترجمہ از علامہ وحید الزمان ، اسلامی اکادمی لاہور ،۱۹۸۳ء ۔

۳۴۔ ضیاء القرآن محولہ بالا ج ۵ ص۳۳۲۔

۳۵۔ محاسن السلوک محولہ بالا ص ۱۲۵ ۔

۳۶۔ سورۃ الجمعہ(۶۲):۲، نیز دیکھئے سورۃ البقرۃ : ۱۵ ، سورۃ آل عمران :۱۷۔

۳۷۔ سیرت النبی ﷺ محولہ بالا ج ۶ ص ۱۷ ۔

۳۸۔ سورۃ الشمس(۹۱):۷تا۱۰ ۔

۳۹۔ سورۃ الأعلیٰ(۸۷):۱۴،۱۵ ۔

۴۰۔ سورۃ عبس (۸۰):۱تا۴۔

۴۱۔ مثلاً دیکھئے:صحاح اللغۃ از امام جوہری ج ۲ ص ۶ ۲۷،مصر ، المفردات فی غریب القرآن محولہ بالا ص۱۲۶، لسان العرب از علامہ ابن منظور افریقی ج ۱۵ ص ۳۰ ،تفسیر البحر المحیط از ابن حیان اندلسیؒ ج ا ص۳۹۳ ،مطبوعہ مصر۔

۴۲۔ انوار التنزیل و أسرار التاویل (الشھیر بتفسیر البیضاوی) از امام ابن عمر عبداللہ البیضاویؒ (۶۹۱ھ)ص۱۵۲ ،مطبوعہ مصر۔

۴۳۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم محولہ بالا ج ۴ ص ۱۶۱۔

۴۴۔ سابق حوالہ ج ۶ ص۱۸۔

۴۵۔ سابق حوالہ ص۱۹۔

۴۶۔ سابق حوالہ ص۱۹۔

۴۷۔ سنن ابن ماجہ ،مقدمہ ص ۱۷ ،تحقیق : محمد فؤاد عبد الباقی ، قاہرہ ۔۱۳۷۳ھ۔

۴۸۔ موطا امام مالک ، کتاب الجامع ، باب ماجاء فی حسن الخلق ۔

۴۹۔ کنز العمال محولہ بالا ج۶ ص۵ ،المشکوٰۃ،کتاب الأدب،باب الرفق و الحیاء وحسن الخلق ۔

۵۰۔ صحیح مسلم بشرح الامام النووی ج ۱۶ ص۳۳،کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم،باب فضائل أبی ذر رضی اللہ عنہ، مکتبہ الغزالی دمشق ، تاریخ نا معلوم ۔

۵۱۔ اخلاق نبوت سے اکتساب فیض کی شرط اور علامت از حافظ احمد یار،در پیغمبر اخلاق محولہ بالاایڈیشن ص۴۵ ۔

۵۲۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ ج ا ص ۲۰۲ ،مصر ،المستدرک از امام حاکمؒ ج ۲ ص ۳۱۰ ، حیدر آباد ، تہذیب سیرت ابن ہشامؒ (المرحلۃ المکیۃ) از عبد السلام ہارون ص۴۲ ، تاریخ نا معلوم ۔

۵۳۔ ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور جون ۱۹۸۲ء جلد نمبر ۱۷،شمارہ نمبر ۸، ص۳۰ ۔

۵۴۔ سابق حوالہ ص۳۱۔

۵۵۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم محولہ بالا ج ۶ ص ۳۹ ۔

۵۶۔ سابق حوالہ بحوالہ ''سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' از بارسوتھ اسمتھ ص ۱۰۸ ۔

۵۷۔ اخلاق مجسم از سید ابو الأعلی مودودیؒ در پیغمبر اخلاق محولہ بالا ایڈیشن ص ۱۱۴ ۔

۵۸۔ سابق حوالہ ص۱۱۶ ۔

۵۹۔ سورۃ القلم(۶۸):۳،۴۔

۶۰۔ سورۃ الصف(۶۱):۲۔

۶۱۔ خطبات مدراس محولہ بالا ایڈیشن ص ۱۲۷۔

۶۲۔ ایضاً ص ۱۲۹۔

۶۳۔ ایضاً ص ۱۵۴۔

۶۴۔ ایضاً ص ۱۵۴۔

۶۵۔ سیرت النبی ﷺ محولہ بالا ج ۶ ص ۴۲۔

۶۶۔ خطبات مدراس محولہ بالا ص ۳۶۔

۶۷۔ ایضاً ص ۱۰۰۔

۶۸۔ ایضاً ص ۱۰۲۔

۶۹۔ ایضاً ص ۱۰۳۔

۷۰۔ ایضاً ص ۱۰۳۔

۷۱۔ ایضاً ص ۱۱۰۔

۷۲۔ ایضاً ص ۱۱۱۔

۷۳۔ ایضاً ص ۱۲۳۔

۷۴۔ ایضاً ص ۱۰۷۔

۷۵۔ شمائل ترمذی از امام المحدثین حافظ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذیؒ مع اُردو شرح (خصائل نبویؐ) ازمولانا محمد ذکریا ص ۳۵۹ ، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۳ ،مکتبہ رحمانیہ لاہور ، تاریخ نا معلوم۔

۷۶۔ سیرت النبی ﷺ محولہ بالا ج ۶ ص ۴۳۔

۷۷۔ سابق حوالہ ج ۶ ص ۴۳، ۴۴ ، نیز دیکھئے خطبات مدراس محولہ بالا ص ۱۱۶ و ما بعد ھا۔

۷۸۔ خطبات مدراس محولہ بالا ص ۱۱۶۔

۷۹۔ سابق حوالہ ص ۴